روزہ زکوٰۃ کا معراج ہے اور روزے کا معراج رمضان ہے۔
اپنے گھروں میں عبادات کا ماحول پیدا کریں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۶ / مارچ ۱۹۹۲ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيۡنَ
مِنۡ قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَۙ ﴿۱۸۴﴾ اَيَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍؕ فَمَنۡ كَانَ مِنۡكُمۡ
مَّرِيۡضًا اَوۡ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنۡ اَيَّامٍ اُخَرَؕ وَعَلَى الَّذِيۡنَ يُطِيۡقُوۡنَهٗ
فِدۡيَةٌ طَعَامُ مِسۡكِيۡنٍؕ فَمَنۡ تَطَوَّعَ خَيۡرًا فَهُوَ خَيۡرٌ لَّهٗؕ وَاَنۡ تَصُوۡمُوۡا
خَيۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۸۵﴾ شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِىۡۤ اُنۡزِلَ فِيۡهِ الۡقُرۡاٰنُ
هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الۡهُدٰى وَالۡفُرۡقَانِۚ فَمَنۡ شَهِدَ مِنۡكُمُ
الشَّهۡرَ فَلۡيَصُمۡهُؕ وَمَنۡ كَانَ مَرِيۡضًا اَوۡ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنۡ اَيَّامٍ اُخَرَؕ
يُرِيۡدُ اللّٰهُ بِكُمُ الۡيُسۡرَ وَلَا يُرِيۡدُ بِكُمُ الۡعُسۡرَ وَلِتُكۡمِلُوا الۡعِدَّةَ
وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰٮكُمۡ وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۱۸۶﴾ وَاِذَا سَاَلَكَ
عِبَادِىۡ عَنِّىۡ فَاِنِّىۡ قَرِيۡبٌؕ اُجِيۡبُ دَعۡوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِۙ فَلۡيَسۡتَجِيۡبُوۡا
لِىۡ وَلۡيُؤۡمِنُوۡا بِىۡ لَعَلَّهُمۡ يَرۡشُدُوۡنَ ﴿۱۸۷﴾ (البقرہ:۱۸۴تا۱۸۷)

پھر فرمایا:۔

جماعتِ احمدیہ مسلمہ کے نزدیک آج یورپ میں رمضان المبارک کا پہلا دن ہے اور آج پہلا روزہ ہے لیکن 'جنگ' کی ایک خبر سے مجھے معلوم ہوا کہ یہاں بہت سے دوسرے فرقوں نے جمعرات ہی کو پہلا روزہ شمار کر کے رمضان شروع کر دیا تھا۔اس سے متعلق مختصر وضاحت پیش کرنی چاہتا ہوں۔

علمِ فلکیات کے ماہرین اِس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ اگر چہ بعض دنوں میں چاند مطلع پر ظاہر تو ہوتا ہے اور زمین کے کنارے سے اُبھرتا تو ہے لیکن اس کی عمر اگر چھوٹی ہو اور دیکھنے والے کے ساتھ اس کا زاویہ بہت چھوٹا ہو تو کسی طرح بھی نظر آنا ممکن ہی نہیں ہے۔خواہ مطلع کیسا ہی صاف کیوں نہ ہو لیکن وہ چاند جو چھوٹی عمر کا ہو اور اس کی عمر ماہرین نے معین کر رکھی ہے مثلاً ۱۵ منٹ سے کم عمر کا ہو تو کسی قیمت پر بھی کسی صورت میں بھی وہ نظر آ نہیں سکتا۔پس قرآن کریم نے مَنۡ شَهِدَ مِنۡكُمُ الشَّهۡرَ کی شرط لگائی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ چاند کی آنکھوں کے ساتھ رؤیت ممکن ہو اور اس کی شہادت دی جاسکے۔پس جب ایسا چاند جو چھوٹی سی عمر کا ہو کر، چھوٹی عمر میں ہی مر جاتا ہے وہ کسی طرح بھی آنکھ سے نظر آنا ممکن ہی نہیں تو اس پر شریعت کے احکامات کی بنیاد رکھنا کسی طرح بھی جائز نہیں کیونکہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے زمانے میں اس قسم کا چاند نہ کبھی دکھائی دیا نہ کبھی بعد میں دکھائی دے سکتا ہے۔پس جماعتِ احمدیہ کا موقف سو فیصد درست ہے اور بعض دوسرے مسلمانوں نے بھی اس موقف کی تائید کی ہے اور اخبارات میں اس کی تائید میں بعض خطوط بھی لکھے ہیں۔بہر حال یہ ایسی فقہی باتیں ہیں جن میں افسوس ہے کہ اُمّت مسلمہ میں اختلافات ہوتے ہی رہتے ہیں اور ہوتے چلے جائیں گے۔جب تک عقلیں ایک طرز فکر پر سوچنا نہ شروع کریں اور دل ہم آہنگ نہ ہوں ایسے اختلافات کا رستہ بند نہیں کیا جاسکتا۔

جن آیاتِ کریمہ کی میں نے تلاوت کی ہے یہ رمضان المبارک سے تعلق رکھتی ہیں۔ان کا ترجمہ یہ ہے کہ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو تم پر بھی روزے فرض کئے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر روزے فرض کئے گئے تھے۔لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ۔تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو اور تقویٰ حاصل کرو گویا کہ روزے رکھنے کا مقصد تقویٰ بیان فرمایا گیا اس سے تقویٰ میں ترقی ہوتی ہے۔

اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۔ گنتی کے چند دن ہیں اور اُن میں بہت سے فوائد تمہارے لئے مضمر ہیں۔

اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ میں یہ لفظ ظاہر تو نہیں ہے کہ بہت سے فوائد مضمر ہیں مگر یہ مضمون اس کے اندر شامل ہے کہ چند دن کی بات ہے اس کے مقابل پر تمہیں اتنے فوائد ہوں گے، تھوڑی سی تکالیف اُٹھالو تو نقصان نہیں بلکہ بہت سے فائدے ہوں گے۔ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ ۔ ہاں تم میں سے اگر کوئی مریض ہو یا سفر پر ہو۔ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۔ تو اسے اجازت ہے کہ وہ دوسرے دنوں میں روزے پورے کر لے۔ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ اور وہ لوگ جو اس کی طاقت رکھتے ہوں اُن کو فدیہ طعام دینا ہوگا جو کہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔

یہاں يُطِيْقُوْنَهٗ کے دو طرح سے ترجمے کئے جاسکتے ہیں۔ ایک ترجمہ يُطِيْقُوْنَهٗ کا یہ ہوگا جو طاقت نہیں رکھتے اور ایک ترجمہ یہ ہوگا جو طاقت رکھتے ہیں تو یہ دونوں مضمون بہت عمدگی کے ساتھ اس موقعہ پر اطلاق پاتے ہیں۔ جب ہم طاقت نہیں رکھتے کی بات کریں گے تو اس سے مراد یہ ہوگی کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے اُن کے لئے فدیہ طعام ہے حضرت مصلح موعودؓ نے یہی معنی شمار کئے ہیں اور یہ مطلب لیا ہے کہ کچھ ایسے ہیں جو روزے کی ویسے طاقت رکھتے ہیں مگر سفر کی وجہ سے طاقت کے باوجود روزہ چھوڑتے ہیں وہ فدیہ کے ذریعہ اس کمی کو پورا کر سکتے ہیں اور احساس محرومی کو پورا کر سکتے ہیں اور يُطِيْقُوْنَهٗ جہاں مثبت معنی لئے جائیں یعنی جو اس کی طاقت رکھتے ہیں تو یہاں طاقت سے مراد فدیہ کی طاقت ہوگی نہ کہ روزہ کی طاقت۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ جو لوگ روزہ کی طاقت تو رکھتے ہوں مگر الٰہی رخصت سے استفادہ کرتے ہوئے روزہ نہ رکھتے ہوں اور انہیں نہ رکھنے کا احساس ہو اور وہ یہ طاقت رکھتے ہوں کہ کسی غریب کو کھانا کھلاسکیں تو غریب کو کھانا کھلا کر اپنے احساس محرومی کی تسکین کر لیں۔ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ اور جو شخص طوعی طور پر یہ نیکی جس کو لفظوں میں ظاہر نہیں کیا گیا کہ کون سی نیکی؟ فَمَنْ تَطَوَّعَ ۔ پس جو شوق سے اپنی مرضی سے کسی جبر سے نہیں اس نیکی کو اختیار کرنا چاہے تو اس کے لئے بہتر ہے اس سے غالباً فدیہ کی ادائیگی مراد ہے یعنی وہ لوگ جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں اُن کو بھی فدیہ دینا چاہئے اگر وہ فدیہ دیں تو اُن کے لئے بہتر ہے۔ دوسرے اس سے مراد طوعی روزوں کا ذکر ہو سکتا ہے۔ نفلی روزوں کا ذکر ہو سکتا ہے، ایک تو فرضی روزوں کی بات ختم ہوئی اس موقع پر نفلی روزوں کا ذکر بھی ہونا چاہئے تھا کیا نفلی

طور پر بھی روزے رکھے جاسکتے ہیں تو قرآن کریم نے اس کی بھی تعلیم دے دی کہ فرضی روزوں میں تو شرائط کے ساتھ بات کھول دی گئی۔اس کے علاوہ اگر تم نفلی روزے رکھنا چاہو تو بہت ہی بہتر ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ اس کثرت سے نفلی روزے رکھتے تھے کہ ایک مہینہ کے فرضی روزوں کے ساتھ تین مہینے کے یعنی اگر سارے دنوں کو شمار کر لیا جائے تو حضرت خلیفۃ المسیح الاول ؓ کے حساب سے آپ تین مہینے نفلی روزے بھی رکھتے تھے۔گویا ایک قسم کی وصیت کی آخری حد یعنی ۱/۳ اس رنگ میں پوری ہوگئی۔بعض لوگ دسویں حصہ کی وصیت کرتے ہیں اور سال میں ایک مہینہ دسویں حصہ کے قریب تر ہے اور اگر چار مہینے کے روزے رکھے جائیں تو وہ قربانی وصیت کی انتہائی حد ۱/۳ کو چھوتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ جس چیز کی دوسروں کو اجازت دیتے تھے اور جس حد تک اجازت دیتے تھے اس کا مکمل نمونہ خود پیش فرمایا کرتے تھے۔آپ ۱/۳ سے زائد مالی قربانی یا جانی قربانی کی بالعموم اجازت نہیں دیتے تھے۔سوائے اس کے کہ کوئی غیر معمولی استثنائی صورت ہو جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے آپ ؐ نے آپ ؓ کے گھر کا پورا مال وصول فرمالیا اور وہ بھی مخصوص آدمیوں کے لئے اُن کی طاقتوں کو دیکھ کر آپ ایسا فیصلہ فرماتے تھے مگر عمومی دستور جو آپ ؐ کے نمونے سے اور قول سے ثابت ہے وہ یہی ہے کہ قربانی کو ۱/۳ کی حد تک پہنچاؤ۔کیونکہ اس میں دوسروں کے بھی حقوق ہیں، تمہاری بیوی کے بھی حقوق ہیں ،بچوں کے بھی حقوق ہیں ،عزیزوں ہمسایوں کے حقوق ہیں،غرباء کے حقوق ہیں، وہ قربانیاں اُن کے علاوہ ہیں اور اگر انسان اُن کو عبادت سمجھ کر خدا کی مرضی کی خاطر سرانجام دے تو ان معنوں میں ساری ساری زندگی اور تمام اموال اور جو کچھ انسان خرچ کرتا ہے وہ سب کچھ خدا کے ہاں عبادت ہی شمار ہوگا۔فرمایا فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ۭ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ۔یہاں یہ بات بتانی ضروری ہے کہ یہاں یہ بات نہیں ہے کہ مریض ہو اور سفر پر ہو اور خدا کی طرف سے تمہیں رخصت دی گئی ہو کہ روزے نہیں رکھنے تو تم شوق سے بے شک روزے رکھ لیا کرو۔سفر میں روزہ رکھنے کی اجازت نہیں ہے ان معنوں میں کہ خدا نے رخصت عطا فرمادی ہے اور رخصت سے فائدہ نہ اٹھانا بھی ایک قسم کی ناشکری بن جاتی ہے اِس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسّلام نے اس بات پر زور دیا ہے کہ جب سفر اختیار کرو تو زبردستی خدا کو خوش کرنے کی کوشش نہ کرو اور اسی مضمون کو قرآن کریم کی یہ آیات آگے جا کر کھولتی ہیں۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ ۔یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جولوگوں کے لئے ہدایت ہےاورصرف عام ہدایت نہیں۔وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ ۔اور ہدایت میں سے بھی جو اعلیٰ درجہ کی کھلی کھلی ہدایت،روشن ہدایات،جو چمکتے ہوئے جواہر کی طرح روشن اور چمکدار ہیں وہ ہدایات قرآن کریم اپنے اندر رکھتا ہے۔وَ الْفُرْقَانِ اور ایسی دلیلیں جو کھرے کھوٹے میں تمیز کرنے والی ہوں،جو دن کو رات سے الگ کرنے والی ہوں وہ چوٹی کی کھلی کھلی دلیلیں بھی اپنے اندر رکھتا ہے یعنی فرقان خود مضمون کو کھولنے والی دلیل کو کہتے ہیں یا ایسی بات جو الٰہی شان وشوکت رکھنے کی وجہ سے اپنی ذات میں ایک چمکتا ہوا نشان بن جائے۔اس پر پھر بَیِّنٰتٍ مزید لگا دینے کا مطلب یہ ہے کہ جیسا کہ قرآن کریم سے پتا چلتا ہے پہلے انبیاءؑ کو بھی فرقان عطا کی گئی بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ کا یہ محاورہ مَیں نے پرانے انبیاءؑ کے متعلق نہیں پڑھا۔اگر کہیں ہوگا تو میرے علم میں نہیں۔تو مراد یہ ہے کہ قرآن کریم نہ صرف ہدایت رکھتا ہے نہ صرف فرقان رکھتا ہے بلکہ ہدایت اور فرقان میں جو چوٹی کی اعلیٰ درجے کی ہدایات اور اعلیٰ درجے کی فرقان ہیں وہ قرآن کریم میں آپ کو ملیں گی۔فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ پس جو بھی اس مہینے کو دیکھے اس کا گواہ بنے یا اس مہینے کو پالے اس مہینے میں سے گزرے۔شَهِدَ کے اندر یہ سارے معنے شامل ہیں فَلْيَصُمْهُ تو اس کا فرض ہے کہ وہ روزے رکھے۔فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ پھر اس بات کو دہرایا گیا کہ جو کوئی مریض ہو یا سفر پر ہو وہ دوسرے ایام میں روزے رکھے۔یہ بات ثابت کرتی ہے کہ جب پہلے اجازت دی گئی تو وہاں مَنْ تَطَوَّعَ کا مضمون اطلاق نہیں پاتا تھا۔اس سے پہلے یہی مضمون گزر چکا ہے کہ جو بھی مریض ہو یا سفر پر ہو وہ دوسرے ایام میں روزے رکھے اور اس کے معاً بعد فرمایا کہ ہاں کوئی شوقیہ نفلی نیکی کرنا چاہے تو اس کے لئے بہتر ہے۔یہ شبہ پیدا ہوسکتا تھا تو ایک طرف خدا نے اجازت دی اور دوسرے ایام میں روزے رکھنے کی ہدایت فرمائی۔ساتھ ہی فرمادیا کہ جو شوقیہ نیکی کرے تو شوق سے کرے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہدایت ان معنوں میں اہمیت نہیں رکھتی کہ ضرور اس پر عمل کیا جائے۔عمل کرسکو تو بہتر نہ کرو تو کوئی حرج نہیں بلکہ اگر نفلی روزے رکھ لو تو اور بھی بہتر ہے۔فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ سے یہ غلط فہمی پیدا ہوسکتی تھی اس لئے اس مضمون کو دہرایا گیا ہے اور یہاں شوق

سے روزہ رکھنے کی اجازت اگر ذہن میں ہو تو اس کا ذکر نہ کر کے اس خیال کو رد فرما دیا گیا۔ پس قرآن کریم جب تکرار کرتا ہے تو بے وجہ تکرار نہیں کرتا۔ کسی احتمالی غلطی کو دور کرنے کی خاطر قرآن کریم تکرار کرتا ہے یا نئے مضامین کی طرف توجہ دلانے کے لئے تکرار فرماتا ہے۔ فرمایا مَنۡ کَانَ مِنۡکُمۡ مَّرِیۡضًا اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنۡ اَیَّامٍ اُخَرَ ۔ یاد رکھو اگر تم مریض ہو یا سفر پر ہو تو تمہیں دوسرے ایام میں روزے رکھنے ہوں گے۔ یُرِیۡدُ اللّٰہُ بِکُمُ الۡیُسۡرَ وَ لَا یُرِیۡدُ بِکُمُ الۡعُسۡرَ اس بات کو کھول دیا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی کو پسند فرماتا ہے تکلیف کو پسند نہیں کرتا۔

مریض کے لئے اگر وہ حقیقی مریض ہو یعنی اپنے نفس کے توہمات کا مریض نہ ہو بلکہ واقعۃً مجبور ہو، روزہ رکھنے کی اجازت نہ دینے میں ایک بڑی حکمت یہ ہے کہ روزے کے ساتھ عبادات چلتی ہیں اور بہت سی نیکیاں اختیار کرنی پڑتی ہیں۔ ایک شخص جو حقیقتاً مریض ہو اس کو اگر روزے کی مشقت میں ڈال دیا جائے تو اس کا جینا دوبھر ہو جاتا ہے۔ اُس کے لئے خیالات کی پاکیزگی اور یکجہتی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا ممکن نہیں رہتا اور وہ عبادات کا حق ادا نہیں کرسکتا اس لئے محض اس وجہ سے کہ سب نے روزے رکھے ہوئے ہیں اب روزہ رکھ لوں تو آسانی پیدا ہو جائے گی اگر وہ روزے رکھتا ہے تو یہ نیکی نہیں ہے بلکہ کمزوری کا نشان ہے۔ پس قرآن کریم نے جو احکامات نازل فرمائے ہیں ان میں گہری حکمتیں ہیں اُن سے پوری طرح استفادہ کرنا چاہئے لیکن شرط یہ ہے کہ مریض حقیقی ہو اور نفس کا بہانا نہ ہو۔

پھر فرمایا وَ لِتُکۡمِلُوا الۡعِدَّۃَ وَ لِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ہَدٰىکُمۡ تاکہ تم اس عدت کو پورا کرسکو۔ جب یہ فرمایا کہ اگر بیمار ہو یا سفر پر ہو تو تم نے رمضان میں روزے نہیں رکھنے، بعد میں رکھنے ہیں تو بعد میں رکھنے کی حکمت اب بیان فرمائی ہے کہ ہم بعد میں اس لئے کہہ رہے ہیں تاکہ اس عدت کو جو مومنوں پر فرض کی گئی ہے پورا کرسکو اور اس میں محروم نہ رہ جاؤ۔ پس بعد کے روزے رکھ کر تم مہینے کے تیس ۳۰ روزوں کی تعداد کو پوری کرلو گے یا ۲۹ کی تعداد کو پوری کرلو گے تو تمہیں اطمینان ہو جائے گا کہ ہمیں کوئی ایسا نقصان نہیں ہوا جس کی تلافی نہیں ہوسکتی۔

اس میں مریضوں اور سفر والوں کو یہ تسلّی دی گئی ہے اگر چہ تم رمضان کے مبارک مہینے میں

روزے نہیں رکھ سکے لیکن تمہارے بعد کے روزے خدا کے نزدیک ایسے ہوں گے جیسے تم نے رمضان کے روزوں کی عدّت پوری کر لی ہو اور تمہیں کوئی روحانی نقصان نہیں ہے۔ جب نقصان کوئی نہیں ہے تو بے وجہ پھر تکلف کر کے رمضان میں روزہ رکھنا جائز نہیں۔ وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ۔ آنحضرت ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمدؐ! وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ۔ اگر تجھ سے میرے بندے میرے بارہ میں دریافت کریں فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ تو میں قریب ہوں۔ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعوت کو سنتا ہوں اور اس کا جواب دیتا ہوں۔ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ شرط یہ ہے کہ وہ بھی میری باتوں پر لبیک کہا کریں اور جن نیکیوں کی طرف میں ان کو بلاتا ہوں اُن پر عمل کیا کریں۔ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ اور مجھ پر ایمان لائیں لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ تا کہ وہ ہدایت پائیں۔

اِس مضمون کا روزوں کے ساتھ گہرا تعلق ہے اور اس رکوع سے روزوں کا جو ذکر چلا ہے اس کا پہلے رکوع میں مذکور عبادات کے ساتھ گہرا تعلق ہے کیونکہ اس سے پہلے رکوع میں زکوٰۃ کا یعنی مالی قربانی کا ذکر چل رہا تھا اور پہلے رکوع سے بھی پہلے کا یہ مضمون شروع ہوا ہے۔ تو درحقیقت یہ دو الگ الگ باتیں بیان نہیں بلکہ ایک ہی چیز کے دو مختلف پہلو بیان ہو رہے ہیں۔ خدا کی خاطر مالی اور جانی قربانی کیسے کی جاتی ہے اور خدا تم سے کیا توقع رکھتا ہے؟ کن شرائط کے ساتھ اس قربانی کو قبول فرمائے گا اور ان قربانیوں کے نتیجہ میں تمہیں کیا کچھ حاصل ہوگا؟ زکوٰۃ کے مالی حصے کے متعلق ذکر فرما کر اُس کے فوائد بیان کر دیئے اور بتایا اس سے تمہارے اموال میں کمی نہیں آئے گی بلکہ وہ بڑھیں گے تمہارے اعمال میں پاکیزگی پیدا ہوگی اور تمہیں برکتیں نصیب ہوں گی ہر طرف سے نشو ونما ہوگی۔ ان آیات میں جس زکوٰۃ کا ذکر فرمایا ہے اس کی جزاء خدا خود ہے اور یہ یعنی روزہ مالی اور جانی قربانی جو زکوٰۃ کے عنوان کے تابع آتی ہیں ان کا معراج ہیں۔ دوسری عبادتیں جیسا کہ نماز ہے وہ اپنا ایک الگ مرتبہ اور مقام رکھتی ہیں وہ زکوٰۃ میں شمار نہیں ہوتیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نمازوں کی عبادت کو زکوٰۃ سے الگ بیان فرمایا ہے اور بعض پہلوؤں سے روزوں پر فضیلت دی ہے اور آنحضرت ﷺ نے اس مضمون پر جو روشنی ڈالی ہے اس سے پتا چلتا ہے کہ یہ سارا مضمون مربوط ہے اور یہ باتیں ایک دوسرے سے گہرا تعلق رکھتی ہیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا حضرت ابوہریرہؓ

کی حدیث ہے **قال رسول اللہ ﷺ لکل شئ زکوٰۃ وزکوٰۃ الجسد الصوم ...... والصیام نصف الصبر** ۔(سنن ابن ماجہ کتاب حدیث نمبر:۱۷۳۵) آپ نے فرمایا کہ ہر چیز کی ایک زکوٰۃ ہوتی ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزے ہیں اور روزہ نصف صبر ہے۔نصف صبر اس لئے فرمایا کہ صبر میں کسی چیز سے کلیۃً محرومی پر انسان جو حوصلہ دکھائے اور راضی برضا رہے یہ سارا مضمون بھی داخل ہے لیکن رمضان شریف میں روزے کے دنوں میں انسان جو صبر دکھاتا ہے اس اُمید پر دکھاتا ہے کہ تھوڑی دیر کی بات ہے یا چند دنوں کی بات ہے پھر مجھے کھانے پینے کی ہر جائز چیز سے استفادہ کی کھلی چھٹی مل جائے گی تو نصف صبر فرمایا۔آنحضرت ﷺ کے ارشادات پر غور کرنے سے پتا چلتا ہے کہ جہاں حدیثیں صحیح ہیں اور درست ہیں اور کوئی ملاوٹ نہیں ہے ان میں۔وہاں ان کی عظیم الشان روشن نشانیاں موجود ہیں۔ایسی گہری حکمت کی باتیں ہیں جو حدیث وضع کرنے والے کے ذہن میں آ ہی نہیں سکتیں۔اب مثلاً صبر کہہ دینا کافی تھا۔آج جو آپ نے بات سنی ہے جنہوں نے پہلی دفعہ سنی ہے ان کے ذہن کے کسی گوشہ میں بھی یہ بات نہیں آسکتی کہ نصف صبر کی بات کریں۔پس یہ عارف باللہ کا کلام ہے اور حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے کلام پر کھلی کھلی شہادت ہے۔پس آپ نے فرمایا کہ یہ زکوٰۃ ہے اور زکوٰۃ کی ایک قسم ہے اور اس قسم میں نصف صبر کا ثواب بھی شامل ہو جاتا ہے اور جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا اس سے پہلے رکوع میں زکوٰۃ کا مضمون چل رہا ہے تو دیکھیں قرآن کریم کی آیات کس طرح ایک دوسرے سے گہرا تعلق رکھتی ہیں،مضبوط رشتے ہیں اور ایک تسلسل ہے جس میں عرفان کا ایک دریا بہتا چلا جارہا ہے۔

اسی ضمن میں حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی ایک اور حدیث بھی آپ کے سامنے رکھتا ہوں (وقت بچانے کے لئے صرف ترجمہ پر ہی اکتفا کروں گا) یہ بھی حضرت ابو ہریرہؓ کی بیان فرمودہ حدیث ہے۔آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان کے سب کام اُس کے اپنے لئے ہیں مگر روزہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کی جزا بنوں گا۔(صحیح بخاری کتاب الصوم حدیث نمبر:۱۷۷۱) یہ وہی مضمون ہے جس کی طرف میں نے قرآن کریم کی ان آیات پر روشنی ڈالتے ہوئے اشارہ کیا تھا۔روزے کی ہدایت کے معاً بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ۔کہ اگر لوگ میرے متعلق تجھ سے سوال کریں یا جب میرے بندے تجھ سے سوال

کریں تو میں قریب ہوں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر شخص جب خدا کے متعلق پوچھے تو خدا وہیں اس کی باتوں کا جواب دینے لگے گا۔ جو روزے کی عبادت جیسا کہ حق ہے ادا کرے اُس کی جزاء کا بیان ہو رہا ہے اور جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے روزے کی جزاء میں خود ہوں۔ قرآن کریم کی یہ آیات اسی مضمون کو بیان فرماتی ہیں اور یہی اس مضمون کا پہلے مضمون سے تعلق ہے کہ جو شخص خدا کی خاطر خدا تعالیٰ کی فرمودہ شرائط کے مطابق روزے رکھتا ہے ان کو کیا جزا ملے گی جیسا کہ زکوۃ کی جزاء پہلے بیان ہوئی ہے اس زکوۃ کی جزاء یہ ہے کہ اللہ فرماتا ہے میں خود اس کی جزاء ہوں۔ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ۔ ان کو بتادے کہ روزوں کے نتیجہ میں، ان عبادات کے نتیجہ میں مَیں ان کے قریب ہو جاؤں گا یا ان کو اپنے قریب دکھائی دوں گا اور اتنا قریب کہ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ جب پکارنے والا مجھے پکارے گا تو میں اس کی باتوں کا جواب دوں گا۔ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ اس معنی میں فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ یہ نشانات دیکھیں گے تو پہلے سے بڑھ کر میری اطاعت کریں گے۔ پس ایسے لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں جن پر میں خود جزا بن کر ظاہر ہوں کہ پہلے سے بڑھ کر میری ہدایات پر لبیک کہیں اور وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ اور ایمان کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہوتے ہوئے مجھ پر ایمان لائیں۔ بغیر ایمان کے تو خدا کو دیکھنا ممکن ہی نہیں۔

خدا سے سوال و جواب اور دُعاؤں کی قبولیت کا نشان بے ایمان لوگوں کو عطا ہوا ہی نہیں کرتا تو وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ کا مطلب ہے کہ ایمان کے اعلیٰ تر مقامات بھی آتے چلے جاتے ہیں۔ ایمان کا ایک مقام ہے جس سے انسان سفر کا آغاز کرتا ہے دن بدن جتنا وہ خدا کے قریب ہوتا چلا جاتا ہے اس کے ایمان میں ترقی ہوتی چلی جاتی ہے۔ مزید نشانات ظاہر ہوتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ خدا تعالیٰ سے الہامات کا شرف حاصل کرلے مکالمہ مخاطبہ کی سعادت اس کو نصیب ہو، صاحب کشف ہو جائے، سچی رؤیا اس کو دکھائی دینے لگیں یہ ساری باتیں اور تجربے ہیں جو خدا کا قرب رکھنے والوں کے تجارب ہیں جب اس مقام پر پہنچتا ہے تو فرمایا اس کا ایمان اور ترقی کرتا ہے، اس کی اطاعت کی طاقت بڑھتی ہے۔ پس ان معنوں میں فرماتا ہے کہ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ۔ تا کہ وہ مزید ہدایت پاتے چلے جائیں اور یہ ایک نہ ختم ہونے والا رستہ ہے۔ يَرْشُدُوْنَ میں ایک جاری

دریا کا سا مضمون بیان ہوا۔ ایک ایسے مسافر کا سا مضمون ہے جو رستے پر چلتا چلا جاتا ہے اور ہر قدم اسے مزید ہدایت کی طرف لے جاتا ہے۔

پھر فرمایا **فانّہ لی و انا اجزی بہ** (بخاری کتاب الصوم حدیث نمبر ۱۹۰۴) وہ میرے لئے عمل کرتا ہے پس میں اس کا اجر ہوں۔ اس میں ایک چھوٹی سی مشکل ہے جس کا حل کرنا ضروری ہے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ انسان جو دوسرے اعمال کرتا ہے وہ اپنے لئے کرتا ہے اور روزہ میرے لئے رکھتا ہے حالانکہ کوئی عمل بھی جو خدا کے لئے نہ کیا جائے وہ بے معنی اور نامراد ہوتا ہے۔

اور مومن کی شان کے تو خلاف ہے کہ وہ سارے عمل اپنے لئے کرے اور صرف ایک روزے کا عمل خدا کی خاطر کرے۔ حضرت اقدس محمد ﷺ کا تو یہ حال تھا کہ کوئی ایک ادنیٰ سی حرکت بھی اور ادنیٰ سا سکون بھی ایسا نہیں فرماتے تھے جو خدا کی خاطر نہ ہو۔ بیوی کے منہ میں لقمہ بھی ڈالتے تھے تو اللہ کی خاطر تو پھر آپؐ یہ کیا فرما رہے ہیں اس کو خوب سمجھ لینا چاہئے ورنہ کسی غلط فہمی کا شکار بھی ہو سکتے ہیں۔ مومن کی ہر قسم کی عبادت بالآخر خدا کی خاطر ہوتی ہے پھر روزے میں اور عام عبادت میں یہ کون سی تفریق ہے جو آنحضرت ﷺ نے فرمائی اس مضمون کو سمجھنا چاہئے۔

ہم روزمرہ جو عبادتیں کرتے ہیں ان عبادتوں پر اگر ہم قائم رہیں تو ہمارے لئے فی ذاتہٖ وہ کافی ہے اور خاص طور پر یہ بات سمجھنی چاہئے کہ کھانا پینا جائز ہے۔ اپنی اہلیہ سے تعلقات جائز ہیں اور اس قسم کی بہت سی باتیں جائز ہیں جن کی خدا نے ہمیں اجازت دے رکھی ہے۔ پس اس حالت میں زندگی بسر کرنا جس میں خدا کی عطا کردہ نعمتوں سے استفادہ کی اجازت ہے اور بعض جگہ پابندی ہے دراصل اس مضمون کو ظاہر کرتا ہے کہ پابندیاں سو فیصدی ہماری خاطر ہیں۔ اگر ہم ان پابندیوں کو توڑیں گے تو نقصان اٹھائیں گے اور استفادہ جن شرائط کے ساتھ کرنے کی اجازت ہے اس طرح استفادہ کریں تو ہمیں کوئی نقصان نہیں ہے اور ہمیں فائدہ پہنچ رہا ہے۔ پس اس سود و زیاں کے مضمون کو خوب کھول کر روزمرہ کی زندگی میں ظاہر فرما دیا گیا اور انسان جو حقیقت میں نیکی کو سمجھتے ہوئے نیکی بجالاتا ہے وہ جانتا ہے کہ یہ سب کچھ اپنی خاطر کر رہا ہے اور رکنے میں اس کا فائدہ ہے جہاں روکا گیا ہے۔ چلنے میں اس کا فائدہ ہے جہاں اس کو چلنے کی اجازت دی گئی ہے۔ پس یہ سارا مضمون اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ ہر چیز جو انسان بظاہر خدا کی خاطر کر رہا ہے درحقیقت اس کے اپنے فائدہ کے لئے

ہے۔رمضان میں ان چیزوں سے رُکنا پڑتا ہے جن کی اجازت ہے جن کے فائدے اور نقصان خوب کھول کر بیان ہونے کے باوجود بعض صورتوں میں جہاں فائدہ نقصان سے بڑھ کر ہو ہمیں ان سے استفادہ کی اجازت دی گئی ہے۔ پس جائز چیزوں سے رکنا یہ خدا کی خاطر ہے یعنی ہر چیز خدا کی خاطر ہی ہے لیکن رمضان مبارک میں یا عام روزوں کے وقت انسان جائز چیزوں سے جو رکتا ہے ان جائز چیزوں میں اگر نقصان ہوتا تو عام حالات میں بھی خدا روک دیتا اس لئے باوجود اس کے کہ عام فائدہ کے لحاظ سے وہ روزمرہ کی زندگی میں اپنے فائدہ کے سارے کام کرتا ہے۔رمضان میں جو زائد مشقت اٹھاتا ہے اور جائز ضرورتوں کو بھی تج دیتا ہے اور بعض صورتوں میں اس کی صحت کو خطرات بھی لاحق ہوتے ہیں۔ بہت سی تنگی برداشت کرنی پڑتی ہے بہت سے کاموں میں حرج بھی واقعہ ہوتا ہے لیکن خدا کی خاطر ایسا کرتا ہے۔ پس اس لئے آنحضرت ﷺ نے اس کو ان معنوں میں خدا کی خاطر قرار دیا ہے کہ ایک زائد فعل ہے جو عام نیکی سے بالا ہے اور اس میں انسان ضروری نہیں ہے کہ اپنے ذاتی فوائد سمجھ کر اس پر عمل کر رہا ہو۔ تبھی بہت سے لوگ ہیں کہ جب روزوں کا مہینہ گزرتا ہے تو وہ اچانک سکون میں آجاتے ہیں وہ کہتے ہیں الحمدللہ۔ خدا نے موقع دیا۔ بڑا بوجھ تھا اس بوجھ سے ہم نکل آئے یہ ان کی فطری آواز ہوتی ہے۔ وہی لوگ ہیں جو رمضان میں سکون پاتے ہیں جو بہت اعلیٰ مقامات پر پہنچ چکے ہوتے ہیں اور وہ بھی شرط صحت اور شرط جوانی کے ساتھ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جوانی کے ایام میں ایک بار چھ مہینے کے روزے مسلسل رکھے لیکن بڑی عمر میں خود فرماتے ہیں یہ تو جوانی کے مزے تھے اب تو مجھ میں یہ طاقت نہیں رہی۔ فرماتے ہیں ایک وقت تھا کہ میں پیدل ۱۲ میل چل کر بٹالے چلا جاتا تھا اور پھر واپس بھی آجایا کرتا تھا اور مجھے کوئی تھکاوٹ نہیں ہوتی تھی اب میں پانچ چھ میل چلتا ہوں تو مجھے تھکاوٹ ہو جاتی ہے۔ کھانے میں تاخیر ہو تو میں دقت اور نقصان محسوس کرتا ہوں تو فرمایا کہ روزوں کے مزے بھی جوانی کی باتیں ہیں تو اس لئے بعض صورتوں میں روزوں سے جسم کو نقصان بھی پہنچتا ہے اور ہر حالت میں انسان یہ نیکی نہیں کر سکتا۔ پس آنحضرت ﷺ یہ فرماتے ہیں کہ عام نیکیوں سے یہ مختلف چیز ہے اور خدا کی خاطر توفیق کی حد تک یہ نیکی اختیار کرنی چاہئے۔

پس ان معنوں میں فَمَنْ تَطَوَّعَ کا ایک اور معنی ہمارے سامنے ابھرا کہ روزے کی نیکی

ایسی ہے جو مستقلاً ایک حالت پر نہیں رکھی جاسکتی جبکہ وہ ساری نیکیاں جو انسان اپنے لئے اختیار کرتا ہے وہ مستقلاً ایک حالت پر رکھی جاسکتی ہیں۔ مثلاً نماز ہے بیمار بھی ہو، بڑھاپے کی آخری حد کو بھی چھو رہا ہو نماز فرض ہی رہے گی خواہ اندرونی طور پر نماز پڑھنے کی سہولتیں مل چکی ہوں مگر روزے کی یہ بات نہیں ہے روزہ پوری شرطوں کے ساتھ رکھیں گے یا نہیں رکھیں گے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ آپ بیمار ہیں تو اللہ تعالیٰ کہے کہ چلو پانی پی لو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جب تک بیمار ہو تھوڑا کھالیا کرو پھل کھا کر دودھ پی کر گزارا کر لو لیکن روزہ ضرور رکھو پس روزے کی نیکی کا استطاعت سے گہرا تعلق ہے۔ پس فَمَنْ تَطَوَّعَ کے ایک معنی یہ بنے کہ روزہ ایک ایسی نیکی ہے جس کا انسانی استطاعت سے گہرا تعلق ہے کہ استطاعت نہ ہو تو اس کو اختیار نہیں کرنا چاہئے اور اس سے نقصان ہوسکتا ہے۔ پس صاحب استطاعت لوگ جب تک استطاعت کے زمانہ میں ہوں اس استطاعت سے استفادہ کریں تو اس کی جزا خدا بنے گا اور اللہ تعالیٰ محض اپنی خاطر ایک چیز چھوڑنے والے کو جس کی عام حالت میں اجازت ہو غیر معمولی طور پر عزت بخشتا ہے اور اسے اپنا قرب عطا کرتا ہے۔ اب روزے کے ساتھ بعض ایسی برائیاں بھی لگی ہوئی ہیں جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا کہ ظاہری جسمانی کمزوریاں بعض برائیاں بھی اس کے اندر نظر آتی ہیں لیکن خدا کی خاطر انسان برداشت کرسکتا ہے ان میں سے ایک منہ کی بدبو ہے۔ اب آنحضرت ﷺ ایسے لطیف مزاج کے حامل تھے کہ آپؐ کو جو طبعی شوق تھا آپؐ خود فرماتے ہیں جن سے میری فطرت کو ایک طبعی لگاؤ ہے ان میں ایک خوشبو تھی اور بدبو سے سخت متنفر تھے اور یہ لطافت اور یہ نظافت آپؐ نے خدا سے پائی تھی۔ ہر چیز ہم خدا ہی سے پاتے ہیں مگر خدا سے ان معنوں میں پانا کہ خدا کے مزاج اختیار کر کے انسان الٰہی رنگوں میں رنگین ہو جائے اور ویسی ہی لطافت کے مظاہرے کرے لیکن روزے کے متعلق فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزے دار کی منہ کی بو بھی مجھے ایسی پسند ہے کہ مشک کی بو بھی اس کے سامنے کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتی اس لئے کہ میری خاطر کیا ہے۔ تو روزے کے کچھ ظاہری نقصانات بھی دکھائی دیتے ہیں لیکن چونکہ وہ محض اللہ کی محبت کی خاطر اختیار کئے جاتے ہیں اس لئے خدا تعالیٰ ان صورتوں کو جو عام حالات میں قابلِ نفرت ہیں ان کو بھی قابلِ محبت حالتوں میں بدل دیتا ہے ورنہ بدبو اور بدبو کی پسندیدگی ایک وقت میں اکٹھے رہتے ہوئے نظر نہیں آتے ایک دوسرے سے متضاد دکھائی دیتے ہیں اور چونکہ یہ محبت کا مضمون ہے اس لئے

اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔

اس پر آپ مزید غور کریں تو آپ کو اپنی زندگی کے تجارب میں ایسے واقعات دکھائی دیں گے جس شخص سے پیار ہو اور محبت ہو اس کی بیماری کی حالت کی بدبو اور کئی ایسی چیزیں انسان کو نہ صرف یہ کہ برداشت ہوتی ہیں بلکہ اس کی خاطر اس کے قریب رہتے ہوئے ان چیزوں سے ایک لگاؤ بھی پیدا ہو جاتا ہے اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ وہ بری لگنی بند ہو جاتی ہیں۔ اپنی ذات سے انسان محبت کرتا ہے اور روزانہ غسل خانہ وغیرہ میں حاجات کے لئے جاتا ہے تو اپنی بو بری نہیں لگتی۔ بعض لوگوں کو پتا ہی نہیں ہوتا کہ ہم بو والے حصہ سے آئے ہیں لیکن کوئی شخص وہاں چلا گیا ہو تو اس کی بو سے شدید نفرت پیدا ہوتی ہے تو یہ قرب کی علامتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے محبت کا پیغام دیا ہے۔ فرمایا اے روزے دارو! تم میرے محبوب بن گئے ہو تمہاری بظاہر بری باتیں بھی مجھے پیاری لگنے لگ گئی ہیں اور یہ عشق کا مضمون ہے پس روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس کا عشق سے گہرا تعلق ہے اور محبوب کی خاطر اللہ کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اس کے پیار کے لئے جن چیزوں سے پرہیز کرتے ہیں جن کی عام حالات میں اجازت ہے اس کی جزاء بھی پھر اللہ تعالیٰ خود بن جاتا ہے کیونکہ عاشق کی جزاء تو محبوب ہی ہے پس یہ **روزہ زکوٰۃ کا معراج ہے اور روزے کا معراج رمضان ہے۔** جس میں قرآن کریم نازل ہوا وہ تمام برکتیں جوامتِ محمدیہ کو عطا ہوئیں ان کا رمضان شریف سے گہرا تعلق ہے۔

آنحضرت ﷺ مزید فرماتے ہیں کہ روزے کے تو دو مزے ہیں اور ہر روزے دار کی دو موجیں ہیں۔ ایک جب وہ روزہ کھولتا ہے اور ایک جب خدا اس کو ملتا ہے۔ اب یہ اصل توجہ والی بات ہے جس کی طرف میں ساری جماعت کو خاص طور پر متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔

جب انسان روزہ کھولتا ہے تو اس کو اس لئے مزہ آتا ہے کہ ایک چیز کی بہت طلب پیدا ہو چکی ہوتی ہے اور جب اس طلب کی سیرابی ہو، جب بھوک کے وقت روٹی ملے، پیاس کے وقت پانی یا اور نعمتیں نصیب ہوں تو انسان کو عام حالتوں سے بہت زیادہ مزہ آتا ہے۔ اگر رمضان میں سے ہم گزر جائیں اور بھوک کی طلب اور اس کے بعد اس طلب کی سیرابی سے تو واقف ہوں لیکن خدا کی طلب اور خدا کے دیدار کی لذت سے نا آشنا رہیں تو یہ رمضان ایک بے معنی اور بے حقیقت سا رمضان ہو جائے گا اور اپنے مقصد کو کھودے گا کیونکہ مقصد یہ بیان فرمایا کہ اِنِّیْ قَرِیْبٌ۔ تم رمضان میں

گزروتو مجھے اپنے قریب پاؤ گے۔ مقصد یہ بیان فرمایا کہ میں روزے دار کی خود جزا بن جاتا ہوں۔ پس وہ کیسا رمضان ہے جس میں بھوکے رہنے کی جزا تو ملتی ہو لیکن روح کی تشنگی کی کوئی جزا نصیب نہ ہو اور اس کا تعلق تشنگی سے بھی ہے کہ تشنگی ہی محسوس نہ ہو یعنی خدا کی طلب پیدا نہ ہو اور اس کے لئے دن بدن خواہش زیادہ بڑھتی چلی نہ جائے تو یہ مرض ہے۔ وہ مریض جو لمبا عرصہ بھوکا رہتے ہیں اور اس کے باوجود کھانے کی خواہش پیدا نہیں ہوتی ان کی کھانے کی خواہش پیدا نہ ہونا ان کے لئے نعمت تو نہیں ہے کہ تکلیف نہیں ہو رہی، کھانا نہیں کھاتے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ علامتیں گہرے مرض میں ظاہر ہوتی ہیں اور کھانے کی طلب نہ ہونا یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ مریض دن بدن موت کی طرف حرکت کر رہا ہے اور اس کی زندگی کے گہرے سرچشمے ہیں وہ سوکھنے لگ گئے ہیں۔ طلب کا زندگی کے گہرے سرچشموں سے بہت گہرا تعلق ہے اسی لئے میں نے اپنے ہومیو پیتھک کے ہمیشہ کے تجربہ میں یہ بات محسوس کی ہے کہ جب کسی دوا سے فائدہ ہو تو کھوئی ہوئی طلب زندہ ہونا شروع ہو جاتی ہے اور مریض جب یہ علامتیں ظاہر کرتا ہے کہ مجھے فلاں چیز دو جس سے پہلے نفرت ہو چکی تھی تو میں سمجھتا ہوں کہ اب خدا کے فضل سے مرض سے افاقہ ہو رہا ہے اور زندگی لوٹ کے آرہی ہے تو اس رمضان میں ہر احمدی کو اس پہلو سے اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ وہ کہیں بیمار تو نہیں رمضان سے گزر رہا ہے بھوک کے بعد کھانے کی لذت سے آشنا ہو گیا ہے۔ پیاسے رہتے ہوئے جب پانی ملا یا کوئی اور نعمت ملی۔ مثلاً بعضوں کو کوکا کولا کا شوق ہے، کسی کو شربت والے دودھ کا مزہ آرہا ہوتا ہے ٹھنڈے مشروب کئی قسم کے ہیں اُن سے اُس نے عام حالات سے بہت بڑھ کر پیاس کی وجہ سے بہت لذت پائی تو یہ وہ تجارب ہیں جو ہر کس و ناکس کو نصیب ہوتے ہیں کیونکہ یہ بدنی تجارب ہیں لیکن رمضان کا مقصد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تکلیف دینا نہیں ہے بلکہ روحانی فوائد حاصل کرنا ہے۔ اگر ہمارے تجربے بدنی حدود تک رہیں اور روحانی لذات کی طرف ذہن ہی نہ جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عسر تو ہم نے حاصل کر لیا یُسر حاصل نہ کی کیونکہ قرآن کریم جب فرماتا ہے کہ اللہ یُسر چاہتا ہے تو یہاں وہ یُسر مراد ہے جو خدا تعالیٰ کی لِقاء کا یسر ہے۔ جس کا قرآن کریم کی ایک اور سورۃ میں ذکر ہے کہ

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۙ﴿۶﴾ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ؕ﴿۷﴾ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۙ﴿۸﴾ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ﴿۹﴾ (الم نشرح: ۶-۹)

وہاں یسر کی اعلیٰ درجے کی تعریف قرآن کریم نے خود بیان فرمادی۔ فرمایا: اے محمد ﷺ! ہر تنگی کے بعد ہم نے آسانی رکھ دی (عسر کا معنی ہے تنگی، یسر کا معنی ہے۔ آسانی) ہر تنگی کے بعد ہم نے آسانی رکھ دی اور تیری آسائش کا منتہیٰ یہ ہے کہ تو خدا کی عبادت کر۔ فَاِذَا فَرَغۡتَ۔ پس جب دنیا کے دھندوں سے، دنیا کی مصیبتوں اور مشکلات سے تو فارغ ہو جایا کرے، فَانۡصَبۡ تو خدا کے حضور کھڑا ہو جایا کر وَ اِلٰی رَبِّکَ فَارۡغَبۡ اور اپنے رب سے اپنا یسر چاہ۔ تو وہ یسر جو اس صورت میں بیان ہوا ہے وہی یسر یہاں مراد ہے کیونکہ یہاں بھی لِقائے باری تعالیٰ کے مضمون پر یہ آیات منتج ہوتی ہیں اور وہاں جا کر انتہا پکڑتی ہیں۔

روزے کی تنگی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقصود بالذات نہیں ہے بلکہ اس کے نتیجہ میں ایک آسائش پیدا کرنا مقصود ہے۔ یادرکھو اگر تم نے اس آسائش کو نہ پایا تو روزے کی تنگی محض بیکار جائے گی اور تمہارے اوپر یہ بات صادق آئے گی کہ ہر عسر کے ساتھ عسر ہی ہے اور اس کے بعد کوئی یسر نہیں ہے۔ پس دنیاوی آسائش کو جو ہر بدن کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے جو تنگی کے بعد تنگی دور ہونے پر انسان محسوس کرتا ہے اس کو مقصود نہ سمجھیں۔ یہاں یسر سے مراد وہ اصطلاحی یسر ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی لِقاء مراد ہے۔ اور قرآن کریم نے خوب کھول کر بیان فرمادیا ہے کہ اِنِّیۡ قَرِیۡبٌ۔ میں قریب ہوں۔ بطور جزا کے تمہارے قریب ہوں۔ آنحضور ﷺ نے اس مضمون کو خوب روشن فرمادیا تو یہ رمضان اس بات کی نگرانی کا رمضان بنادیں کہ آپ اور آپ کے اہل و عیال لِقائے باری تعالیٰ کی تلاش کریں۔ اس کے لئے دل میں طلب پیدا کریں اور پیاس پیدا کریں اور اگر یہ نہیں ہوتا تو پھر بیمار ہیں۔ پھر اس بیماری کا علاج ضروری ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے متعلقہ ملفوظات میں بہت سے مضامین پھیلے پڑے ہیں جن کا رمضان سے تعلق ہے۔ اگر چہ تحریروں میں بھی ہے لیکن ملفوظات میں جو بے ساختگی پائی جاتی ہے اور جو گہرا اثر پایا جاتا ہے وہ اپنا ایک الگ مزاج رکھتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ عام تربیت کیلئے ملفوظات کا استعمال بہت زیادہ فائدہ مند ثابت ہوتا ہے۔

پس جماعتوں کو بھی متعلقہ ملفوظات کو تلاش کر کے عام کرنا چاہئے اور اس رمضان میں انتظامیہ کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ روحانی تربیت کی طرف توجہ ہو اور مقصود بالذّات خدا تعالیٰ ہو۔ یعنی اس رمضان سے گزر کر اولیاء اللہ پیدا ہوں اس رمضان سے گزر کر اعلیٰ درجے کے

معنوں میں اولیا اللہ نہ سہی مگر کثرت سے ایسے احمدی پیدا ہوں جو خدا کے قرب کا لطف اُٹھا چکے ہوں جن کی باتوں کا خدا نے کسی نہ کسی رنگ میں جواب دے دیا ہو خواہ سچی خوابوں کے ذریعہ دیا ہو، خواہ دل کے اندر خاص تموج پیدا کر کے دیا ہو بعض دعاؤں کی حالتوں میں غیر معمولی طور پر گریہ کی توفیق عطا فرمائی ہو اور اس کے نتیجہ میں سکینت بخشی ہو۔ اللہ تعالیٰ کے قرب کے اظہار کے کئی طریق ہیں کچھ چھوٹے چھوٹے ابتدائی ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو آگے بڑھتے ہوئے اولیاء اللہ کے قریب ہو جاتے ہیں اور پھر انسان وہ لطف بھی اُٹھاتا ہے جو اولیاء کے لطف ہیں اور جب میں اولیاء اللہ کی بات کرتا ہوں تو اس میں تمام انبیاءؑ شامل ہیں۔ سب سے بڑا ولی نبی ہوا کرتا ہے اور اولیاء اللہ کی اصطلاح عملاً روحانی مراتب میں سے چاروں مراتب پر اطلاق پاتی ہے یعنی صالح، شہید، صدیق اور نبی۔ پس ان وسیع تر معنوں میں ہمیں خدا تعالیٰ کا ولی بننے کی کوشش کرنی چاہئے اور روزہ ہمیں اس ولایت کے حصول کے قریب تر کر دیتا ہے۔ سب سے بہتر سواری جس پر بیٹھ کر ہم خدا کا قرب اختیار کر سکتے ہیں وہ روزے کی سواری ہے کیونکہ اس میں بیٹھنے سے پیشتر اس سے کہ آپ سفر شروع کریں اللہ تعالیٰ کی آواز آتی ہے۔ اِنِّيْ قَرِيْبٌ۔ یعنی اگر صحیح معنوں میں آپ روزہ دار بن جائیں۔

اور اس کے سارے حقوق ادا کریں تو اللہ تعالیٰ کے قرب کی آواز آپ کو عطا ہوگی۔ اس ضمن میں سارے گھر کا ماحول درست کرنے کی ضرورت ہے۔ مثلاً گھروں میں عبادات کا ایک ذوق شوق پیدا کرنا چاہئے۔ بڑے چھوٹے سارے فرضی عبادات بھی بڑی توجہ سے ادا کریں اس کے علاوہ نفلی عبادات کریں۔ تہجد کے وقت ماں باپ اُٹھیں تو بچوں کو بھی اُٹھائیں اور ان کو بتائیں کہ کھانا مقصود نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی لقاء مقصود ہے، پہلے عبادتیں کرو پھر وقت نکالو اور کھانے لئے آؤ اور ان کو ان کی عقلوں اور ان کے علم کے مطابق خدا تعالیٰ کا پیار پیدا کرنے کے لئے کچھ باتیں بتائیں۔ کوئی ذوق شوق ان کے دل میں پیدا کریں۔ بچپن میں یہ آسان ہوتا ہے اور اگر انسان خدا تعالیٰ سے دوری کی حالت میں لمبا عرصہ گزار دے تو بڑی عمر میں اس کی گندی عادتیں دنیا پر منہ مارنے کے رجحانات سختی اختیار کر جاتے ہیں اور اس کے لئے پھر نرمی کے مضامین کی طرف لوٹنا مشکل ہو جاتا ہے۔ پس نرمی کے مضامین جو دل کو نرم کریں، جو اللہ تعالیٰ کی محبت کے لئے انسان کو تیار کریں وہ بچپن سے ہی دلوں میں ڈالنے چاہیں اور عبادات کا ماحول گھروں میں پیدا کرنا چاہئے۔

تلاوت کی عادت ڈالنی چاہئے۔ ہر بچے کو آپ جب تلاوت کی عادت ڈالنے کی کوشش کریں گے تو آپ کو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ اکثر بچوں کو تلاوت کرنی ہی نہیں آتی اور وہ جو میں کئی سال سے انصار، خدام، لجنہ کے پیچھے پڑا ہوا ہوں کہ خدا کے لئے اس طرف توجہ کرو۔ اس نسل کو کم از کم صحیح تلاوت تو سکھا دو ورنہ ہم خدا کے حضور پوچھے جائیں گے اور ہماری اگلی نسلوں کی بے اعمالیاں بھی ہم سے سوال کریں گی۔ ان تینوں تنظیموں کے عہدیداروں کو اس دوران تجربہ ہو جائے گا کہ کس حد تک ہم نے ان نصیحتوں پر عمل کیا ہے اور ہر گھر کو پتا چل جائے گا کہ کس حد تک انہوں نے ان خدمت کرنے والوں سے خود اپنی بھلائی کی خاطر تعاون کیا ہے لیکن مجھے افسوس ہے کہ اس پہلو سے بہت سے خلا ہیں۔

پس یہ رمضان ایک بیداری کا رمضان بن جائے۔ ہوش کا رمضان بن جائے۔ اپنے تجزیہ کا رمضان بن جائے اور انسان ان دونوں پہلوؤں سے اپنا جائزہ لے کہ کیا میں دین کی ابتدائی ضروری باتیں پوری کرنے کی طرف متوجہ ہو چکا ہوں کہ نہیں۔ کیا میرے گھر میں ہر بچے ہر بڑے کو قرآن کریم کی تلاوت کرنی آ گئی ہے کہ نہیں اور کیا اس رمضان کے ساتھ عبادتوں میں ذوق شوق بڑھا ہے کہ نہیں اور اللہ تعالیٰ کی طلب پیدا ہوئی ہے کہ نہیں۔ خدا کرے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ اسی کی مدد سے سب کچھ ہونا ہے۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اے ہمارے رب! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیری ہی عبادت کرنا چاہتے ہیں۔ تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں۔ تو ہمیں توفیق عطا فرما کہ آج دنیا کی تمام قوموں میں سب سے زیادہ عبادت گزار احمدی بن جائیں اور ان کی عبادات تیرے حضور قبولیت کا درجہ پائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین